تعارف وتبصرہ

احسن البیان فی علوم القرآن / ڈاکٹر حسن الدین احمد

ناشر: حسامی بک ڈپو ۱۲۵- مچھلی کمان، حیدرآباد (اے- پی)

سال اشاعت ۱۹۸۹ء - صفحات ۳۱۶ - قیمت -/ ۳۰، روپئے۔

مؤلف کتاب ڈاکٹر حسن الدین احمد ریٹائرڈ آئی، اے، ایس آفیسر ہیں۔ جو مختلف ادوار میں حکومتِ ہند کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے ہیں۔ انتظامی امور سے وابستگی کے ساتھ ساتھ آپ کو علم و تحقیق سے بھی شغف رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے چھوٹی بڑی بارہ کتابیں تصنیف کیں۔ زبان وادب کے علاوہ قرآنیات بھی آپ کی دلچسپی کا موضوع رہا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی دلچسپی کا ایک مظہر ہے۔

یہ کتاب مقدمہ ۱۵ ابواب اور ۶ ضمیموں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ (حرف انکسار) میں مؤلف نے بڑی سادگی کے ساتھ یہ اعتراف کیا ہے کہ اس تالیف کا مقصد قرآنیات پر کتابوں میں اضافہ کرنا نہیں بلکہ اپنے طالبعلمانہ مطالعہ کے نتائج کو اہلِ علم کے سامنے اصلاح یا توثیق کے لئے پیش کرنا ہے۔ چنانچہ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ کتاب میں زیرِ نظر موضوع پر دستیاب مواد کا خلاصہ ہی پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کے پہلے باب کا عنوان "قرآن مجید" ہے۔ اس میں قرآن کا لغوی و اصطلاحی معنی، وحی کی تعریف، اس کی قسمیں، تاریخ اور طریقہ نزول اور اجزاء قرآن یعنی آیات، سورتوں، منازل، پارے اور رکوع وغیرہ کا تعارف کرایا ہے اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ مسئلہ خلق قرآن کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے اور اس سے متعلق مختلف مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔ یہ مسئلہ صدیوں پہلے اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ مگر مؤلف نے اس کی حمایت کا بیڑہ اٹھایا ہے اور الفاظ قرآن کو حادث اور

مخلوق ثابت کرنے کے لئے آیتِ قرآنی کے مفہوم میں توڑ مروڑ سے بھی دریغ نہیں کیا ہے۔

دوسرا باب علم کتابت کے سلسلہ میں ہے جس میں کتابت کی تعریف، اس کی ابتداء اور ارتقائی مراحل پھر عرب میں اس کی ترویج و اشاعت کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ مصاحف کی کتابت اور مختلف مرحلوں میں اس کی تزیین و تحسین اس باب کا قابلِ ذکر حصہ ہے۔ تیسرا باب علم تجوید و قرأت سے متعلق ہے۔ اس باب میں مذکورہ فنون سے متعلق کئی اہم مباحث زیرِ بحث آگئے ہیں۔ پہلے مؤلف نے علم تجوید کی تعریف، اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر علم قرأت کی حقیقت اس کا دائرہ کار، اور قرأتوں میں اختلافات کی نوعیت کو واضح کیا ہے۔ اسی ضمن میں حدیث "انزل القرآن علی سبعۃ احرف" کے سلسلہ میں مؤلف نے اس رائے کی سخت تردید کی ہے کہ اس سے مراد سات قاریوں کی قرأتیں ہیں اور اس کا ذمہ دار ابن مجاہد (م ۳۲۴ھ) کو قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ مؤلف نے اس ضمن میں دیگر اقوال پر بھی تنقید کی ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ مؤلف نے نہ کسی قول کو ترجیح دی ہے اور نہ ہی اپنی کوئی رائے پیش کی ہے کہ اہل علم اس پر غور کر سکیں۔ چوتھا باب تدوین قرآن کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ جس میں تدوین کے تینوں مراحل بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مفسرین کے درمیان زیادہ اختلافات نہیں پائے جاتے، البتہ سورتوں کی ترتیب کے سلسلہ میں اختلاف رائے ضرور پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ مصاحف میں سورتوں کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ اسے صحابہ کرامؓ کے اجتہادات پر مبنی قرار دیتا ہے۔ مؤلف نے اس مسئلہ پر اچھی بحث کی ہے اور دلائل کے ذریعہ سورتوں کا توقیفی ہونا ثابت کیا ہے۔ اس باب کے بعض مباحث پہلے اور دوسرے باب میں بھی آئے ہیں۔ اگر یہ باب پہلے نمبر پر ہوتا یا اول الذکر دونوں ابواب میں سے کسی کے ساتھ ضم کر دیا جاتا تو اعادہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ ترتیب نزول کتاب کے پانچویں باب کا عنوان ہے۔ اس میں قرآنی آیات اور سورتوں کی ترتیب نزول پر بحث کی گئی ہے۔ مؤلف نے آیات و سورتوں کی نزولی ترتیب معلوم کرنے پر زور دیا ہے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ گوناگوں اعتبار سے اس کی اہمیت کے باوجود اس موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے۔ چھٹا باب اسباب نزول کے لئے مخصوص ہے۔ عام مفسرین کے برعکس مؤلف نے اس کی دو تعریفیں کی ہیں۔ ایک تعریف کے مطابق "سبب نزول ایسے خاص واقعات و حالات کو کہتے

ہیں جس کے وقوع پذیر ہونے سے قریب ترزمانے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو۔ جس میں اسس سے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہو یا اس پر تبصرہ کیا گیا ہو؛ (ص۱۲۱) مؤلف اسے "محدود تعریف" سے تعبیر کرتے ہیں۔ انھوں نے دوسری تعریف "وسیع تعریف" کے عنوان سے کی ہے۔ جس کی رد سے مقرآن مجید کی تمام آیات کا سبب نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر معاشرے کے حالات دور جاہلیت کے مخصوص طرز زندگی کی خرابیوں اور اس وقت کے عام ماحول کو قرار دیا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا انداز معروضی، آفاقی اور ابدی ہے"۔ (ص۱۲۲) ان دونوں تعریفوں کو مؤلف نے بظاہر اپنے غور وفکر کے نتیجہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر یہ دونوں تعریفیں اس موضوع کی بیشتر کتابوں میں موجود ہیں۔ متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا حمید الدین فراہی نے آخر الذکر پر بہت زور دیا ہے۔ "محدود" اور "وسیع" کی تعبیر البتہ مؤلف کی اپنی ہو سکتی ہے۔ اس باب میں مؤلف نے اسباب نزول کی اہمیت وافادیت اور اس موضوع پر جو کچھ کام ہوا ہے اس کا جائزہ پیش کیا ہے۔ متقدمین میں سے اسباب نزول کے سلسلہ میں جو بے اعتدالیاں ہوئی ہیں اس پر سخت تنقید کی ہے۔

علم معانی اور اس سے متعلق مباحث کا ذکر عام طور سے قرآنیات پر لکھی جانے والی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ مگر مؤلف نے اس کتاب میں اس کے لئے ایک باب مخصوص کیا ہے اور علم معانی اور اس کی شاخوں پر بڑی اچھی بحث کی ہے۔ اس باب میں قرآن مجید میں معرب الفاظ کا مسئلہ اور قرآنی اصطلاحات پر جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ قابلِ غور اور قابل قدر ہیں۔

علم اعجاز کتاب کا آٹھواں باب ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید دنیا کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اس کے وجوہ اعجاز بہت سے ہیں۔ الفاظ کا انوکھا انتخاب، منفرد اسلوب بیان، مخصوص طرز تخاطب، حکیمانہ خیالات، بلند معانی اور معروضی و آفاقی دعوت ہر چیز اس کے وجوہ اعجاز میں شامل ہے۔ مؤلف نے قدماء کے اقوال کی روشنی میں مذکورہ مباحث پر مختصراً بحث کی ہے اور باب کے آخر میں "ایک نئے اعجاز کا انکشاف" کی ذیلی سرخی کے تحت رشاد خلیفہ کی انیس عدد والی کمپیوٹرائزڈ تحقیق کو بہت سراہا ہے۔ (ص۱۶۶) اگرچہ وہ رشاد خلیفہ کے فساد عقیدہ سے ناواقف نہیں۔ اس تحقیق کا ایک زمانہ میں بڑا چرچا رہا۔ بہت سے لوگوں نے اسے عظمت قرآن کی ایک ناقابلِ تردید

ریاضیاتی دلیل کی حیثیت سے قبول کیا اور اس نقطۂ نظر کی توسیع و اشاعت کے سلسلے میں بڑی کاوشیں کیں، مگر یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں رہی کہ یہ ایک گمراہ شخص کے ذہن کی اختراع تھی۔ اس کی نہ تو کوئی ریاضیاتی بنیاد ہے اور نہ قرآن وسنت سے اس سلسلہ میں کوئی ثبوت بہم پہونچتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد محفوظیت قرآن کے سلسلہ میں شک وشبہ پیدا کرنا تھا۔ رشاد خلیفہ نے آیت "علیھا تسعۃ عشر" (المدثر ۱-۳۰) کو بنیاد بنا کر اس شعبدہ کو حقیقت کا رنگ وروغن دینے کے لئے جس طرح سیاق وسباق کو نظر انداز کیا ہے اور اعداد کے سلسلہ میں جس طرح ہیرا پھیری کا ثبوت دیا ہے اس کا پردہ اب اچھی طرح چاک ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں بہت کچھ ٹھوس مواد اب سامنے آچکا ہے۔ محترم مؤلف نے مشہور مناظر اسلام ڈاکٹر دیدات کی تائید کا بھی سہارا لیا ہے۔ مگر اب ان کے رجوع سے بھی علمی دنیا واقف ہو چکی ہے۔

علم تفسیر: یہ کتاب کا سب سے لمبا باب ہے جس میں تفسیر کی تعریف، تاریخ، اس کے ارتقائی مراحل، مصادر و مآخذ، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اسلاف اور معاصرین کے طریقۂ تفسیر کی خصوصیات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ تفسیر کے لئے کن علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ تفسیر کون لوگ کر سکتے ہیں، کتب تفسیر میں کیا خامیاں ہیں اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مؤلف نے ترجمہ کی غلطیوں اور ایک ہی فرد کے ذریعہ پورے قرآن کی آیت وار تفسیر کرنے سے ممکنہ تسامحات سے بچنے کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مضامین کو بنیاد بنا کر اس پر بحث کی جانی چاہیئے۔ مدارس اسلامیہ میں تفسیروں کے منتخب ابواب یا چنیدہ کتابیں پڑھائے جانے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور نواب بہادر یار جنگ (متوفی ۱۹۴۴ء) کے حوالہ سے براہ راست طلبہ کو متن قرآن پڑھانے اور بوقت ضرورت تفسیروں سے مدد لینے کے طریقۂ تدریس کی تعریف کی ہے۔ غالباً مؤلف تک یہ بات نہیں پہونچی کہ بیسویں صدی میں اس کے سب سے بڑے داعی اور محرک مولانا حمیدالدین فراہی (متوفی ۱۹۳۰ء) تھے جو بجائے خود بلند پایہ مفسر تھے اور ان کی تحریک پر کئی بڑے مدارس میں یہ طریقہ تعلیم رائج بھی ہوا ہے۔

"فہم قرآن میں احادیث وروایات کا مقام" کی سرخی کے ساتھ ایک الگ باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ "حدیث قرآن مجید کی شارح ترجمان اور اس کی تفسیر ہے"، حدیث رسولؐ کی

تشریحی حیثیت مسلم ہے۔ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے (ص۲۲۵) اس باب کو پڑھ کر حدیث کے سلسلہ میں مؤلف کی راست فکری کا اندازہ ہوتا ہے جب کہ سابقہ باب علم تفسیر سے مجموعی تاثر یہ ابھرتا ہے کہ احادیث نبویہ کی اگرچہ اہمیت مسلم ہے۔ مگر موجودہ صورتِ حال میں ان سے استفادہ نہ آسان ہے اور نہ زیادہ سود مند۔ اس سلسلے امام احمدؒ کے مشہور قول "ثلاثۃ لا اصل لھا۔ المغازی والملاحم والتفسیر" کا خوب سہارا لیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کے تفسیری مآخذ کے بیان میں حدیث کو چوتھے نمبر رکھا گیا ہے (ص۱۷۶) جب کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی کے بعد سب سے پہلے احادیث نبویہ کی جانب رجوع کرتے تھے۔ اس طرح دونوں ابواب کے مضامین میں بظاہر کچھ تضاد معلوم ہوتا ہے۔

"حروف مقطعات" "محکمات و متشابہات" اور ناسخ و منسوخ" کے موضوعات پر مؤلف نے تین الگ الگ ابواب میں بحث کی ہے۔ تینوں مسائل میں قدما کی رایوں پر سخت تنقیدیں کی ہیں اور سب کو ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ اول الذکر کے سلسلے میں انھوں نے اپنی کوئی رائے پیش نہیں کی ہے۔ مگر آخرالذکر دونوں مسائل پر دو غیر معروف اقوال کو قابلِ ترجیح قرار دیا ہے۔ محکمات و متشابہات کے سلسلہ میں ان کا خیال یہ ہے کہ" تمام قرآنی آیات محکمات ہیں جن کے معانی و مطالب سمجھے جا سکتے ہیں اور متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جو اصولی طور پر پچھلی آسمانی کتابوں کی آیات سے متشابہ ہیں (ص۲۴۷) اور ناسخ و منسوخ کے سلسلہ میں ابو مسلم اصفہانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ناسخ سے مراد قرآنی احکام ہیں اور منسوخ سے مراد سابقہ کتب آسمانی کی وہ آیات ہیں جن میں ان کتابوں کے حاملین نے خود تبدیلیاں کر دی تھیں (ص۲۵۹)

کتب مقدسہ اور تحریف:۔ کتاب کا آخری باب ہے اس میں تمام مذاہب کی مقدس کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جس میں مشہور آسمانی کتابوں قرآن مجید، توریت، انجیل، زبور، صحف ابراہیم، صحف موسیٰ کے علاوہ وید، اُپنشد، مہابھارت، شریمد بھگوت گیتا، رامائن، پران، تری پٹاکا اور جاتکا، دھمپد، ژند بھی شامل ہیں۔ تعارف کے علاوہ ان تمام کتابوں کے بارے میں دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سب تحریف شدہ ہیں۔ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ ہر طرح کی تحریف و تبدیلی سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔

کتاب کے آخر میں چند ضمیمے شامل ہیں (۱) فہرست کاتبان وحی (۲) فہرست سور باعتبار نزول سور (۳) فہرست لغات القرآن (۴) نیز قرآن مجید میں عجمی الفاظ کی فہرست۔

زیر تبصرہ کتاب قرآنیات پر کتابوں میں ایک اضافہ ہے۔ کتاب کے مشتملات اہم ہیں اور مؤلف نے کئی نئی چیزیں اس موضوع پر پہلی بار پیش کی ہیں۔ کئی جگہوں پر قدما سے اختلاف کیا ہے اور نئی تجاویز پیش کی ہیں، ان میں سے کم از کم بعض قابل غور ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ کتاب میں چند خامیاں بھی ہیں جن کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

علوم اسلامیہ کا سب سے اہم اور کلیدی شعبہ "قرآنیات" ہے۔ اس موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے وسیع مطالعہ، عمیق تدبر اور ماٰخذ سے راست استفادہ ناگریز ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ مؤلف کی زندگی بہت مصروف رہی ہے اور عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر محض اُردو اور انگریزی میں لکھی جانے والی کتابوں کو بنیاد بنا کر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ اس لئے کتاب کی یہ بہت بڑی کمزوری سمجھی جائے گی کہ ثانوی درجہ کے ماٰخذ پر اس کتاب کی بنیاد ہے۔ کتاب میں حوالوں کا اہتمام بالکل نہیں کیا گیا ہے۔ مزید براں کتابت کی غلطیاں بے شمار ہیں۔ ان خامیوں کی روشنی میں کتاب کی پشت پر چھپا ہوا یہ تعریفی جملہ "اُردو زبان میں ایسی جامع کتاب اب تک نہیں لکھی گئی"، نامناسب حد تک مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ (اشہد رفیق ندوی)